رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جشن وطن از ملک سلیمان خوشتر   خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد   می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

جلد ۹ | کاکوری، چہارشنبہ ۱۶ دسمبر ۴۲ء مطابق ۷ ذی الحجہ سنہ ۶۱ھ | نمبر ۱۶

ادبیات

غزل جناب منشی حامد علی مرحوم المتخلص بہ سنبل کاکوری

دکھلائے رنگ عشق نے کیا کیا ادھر ادھر
یکساں ہے جوش خون تمنا ادھر ادھر

کس مست کی یہ جلوہ فروزی ہے آج جو
ہیں زیب بزم ساغر و مینا ادھر ادھر

سینہ میں ہے جگر نہ دل دردمند ہے
گنجینہ حسرتوں کا ہے رکھا ادھر ادھر

مجنوں کے جذب دل کا اثر ہے کہ مدتوں
پھرتا رہا ہے ناقہ لیلے ادھر ادھر

آیا جبین ہجر کی شب ایک دم مجھے
تڑپا بساں ماہی دریا ادھر ادھر

کس دھج سے آج آتے ہیں وہ خیر ہو دلا
لٹکی ہوئی ہے زلف چلیپا ادھر ادھر

آیا جواب بھی تو نہ پایا جواب خط
نامہ ہزار مرتبہ پلٹا ادھر ادھر

یوسف تو چاہ میں تھے گرے یاں۔ مگر وہاں
بکھری ہوئی تھی زلف زلیخا ادھر ادھر

اقوال

سورج غروب ہونے پر اگر تم روتے ہو تو ستاروں کو بھی کھو بیٹھو گے (ٹیگور)

انسان کتابیں بناتا ہے۔ کتابیں انسان نہیں بناتیں۔ (نذر الاسلام)

ہم اپنی زندگی میں حقیقت کے سوا کچھ نہیں دیکھنا چاہتے (ڈکنس)

انسان کی غلطیاں تنکوں کی طرح ہیں جو پانی کے اوپر نظر آتی ہیں۔ جو لوگ عقلمند ہیں وہ فطرت انسانی کی تہ تک ڈوب کر موتی نکال لاتے ہیں (ڈرائیڈن)

ادب انسان کے بہترین خیالات و جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ اور انسان کے خیالات و جذبات خلا میں نہیں پیدا ہوتے بلکہ ایک خاص تہذیب اور ایک خاص ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ (مجنوں گورکھپوری)

جہاں طبع زاد مضامین کی کمی ہو وہاں ادبی منقولات کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ (لاک) (ماخوذ)

اعلان سکریٹری صاحب انجمن اخوان الصفا نے ابھی جبکہ اخبار کی کاپی تیار ہو چکی تھی اور پریس بھیجی جا رہی تھی حسب ذیل اطلاع بغرض اشاعت ہم کو بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ مقامی شعرا سے بذریعہ عام نوٹس مصرع طرح پر طبع آزمائی کی درخواست کی گئی ہے:-

"عید کی ملاقات کے جلسہ کے موقع پر انجمن کی جانب سے حسب ذیل مصرع طرح پر طبع آزمائی کی درخواست کیجاتی ہے۔ "یہ میخانہ ہے اس میں معصیت سے باخبر ہونا" بحر۔ اثر۔ بحر قافیہ۔ خبر ہونا۔ ردیف۔ غزل نو شعر سے زیادہ نہ ہو۔ طرح میں بہترین غزل پر انجمن کی جانب سے ایک انعام پیش کیا جائیگا۔ مشاعرہ بعد نماز عصر ۳ بجے شروع ہوگا۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | ۱۶ دسمبر ۴۲ء | نمبر ۱۶

کاکوری اخبار اپنے تمام اہل وطن وناظرین کی خدمت میں عید قربان کی پُرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہے

بقرعید کا فلسفہ

ذی الحجہ جو حج کا مہینہ کہا جاتا ہے ایک مبارک مہینہ ہے۔ اور خلوص وایثار اور قربانی وللّٰہیت اور خدائے ذوالجلال کی رضامندی کے سبق حاصل ہونے کا موقع ہے۔

جامع المعارف میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے حاقویں سال حضور آقائے نامدار سرور دوعالمؐ نے حج کے فضائل ومسائل بیان فرماتے ہوئے۔ فرمایا کہ ہر مسلمان پر حج فرض ہے جو سمجھدار ہے، عاقل ہے تندرست ہے، اور صاحب استطاعت ہے۔ صاحب استطاعت کی توضیح میں فرمایا کہ جس کے پاس اتنا مال و زر ہو کہ حج کے سفر میں اُسے مشکلات پیش نہ آئیں اور اُس کے گھر میں بھی اتنا مال و زر ہو کہ اُس کے واپس آنے تک اہل وعیال کو تکلیف نہو۔ اور عورت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس کا شوہر، حقیقی بھائی، حقیقی بھانجہ اُس کے ہمراہ ہو اگر یہ اسباب موجود ہیں تو یقیناً حج فرض ہے۔

حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔ جس نے اخلاص کے ساتھ حج کیا وہ یقیناً گناہوں سے پاک ہو گیا۔ جب عازم حج احرام باندھتا ہے اور اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتا ہے تو حق سبحانہٗ تعالےٰ اُس کے جواب میں فرماتا ہے "یا عبدی لبیک" یعنی اے بندہ میں تیری مغفرت کے لئے مہیّا رہوں۔ جب حج کا ارادہ کرو تو راستبازی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے ہر عمل میں پرہیزگاری کو سامنے رکھو اور انصاف کے معاملے میں قریب و بعید کا لحاظ نہ کرو۔ غریبوں کو حقیر نہ سمجھو اور ایک دوسرے کے ساتھ سلوک سے پیش آؤ۔ کسی پر حسد نہ کرو اور اگر کسی سے کچھ قصور ہو جائے تو درگزر کرو اور معاف کر دو۔ زمانۂ حج میں اگر تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی تجارت سے فائدہ اُٹھانا چاہو تو اسمیں کوئی گناہ نہیں۔

"حج میں ہمارے لئے درس وحدت ہے۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس کی ہر امکانی کوشش ہونا چاہئے کہ آپس میں جھگڑے پیدا نہوں اور اخلاص ظاہر ہو۔ حضور سرور دوعالم نے فرمایا کہ "تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جہانتک ممکن ہو اپنے بھائی کو اپنی ذات کی طرح عزیز رکھو کہ یہی اسلامی وحدت ہے"

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب تک ہم ایک دوسرے کے ہمدرد رہیں گے دنیا کی کوئی قوت ہمکو نقصان نہیں پہونچا سکے گی اور جب آپس میں دشمنی وعناد پیدا ہوگا تو ہر جگہ ذلت نصیب ہوگی۔ باغی وسرکش اقوام کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قانون الٰہیہ کا احترام اُنکے دلوں سے جاتا رہا اور جب فطرت کے حسن اصلی پر انسانی بداعمالیوں کے پردے پڑ گئے تو ان نافرمانیوں کی پاداش میں وہ ذلت اور محتاجی میں مبتلا کر دیئے گئے۔ غلط راستہ اختیار کرنے کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔ ہم بھی اگر صحیح راستہ سے بھٹکے تو ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کسی قوم کا وجود زمین کی طہارت کے لئے گندگی بن جاتا ہے تو غیرت حق اِس بار آلودگی سے دبی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔

یہ حضور آقائے نامدار کے ایک روح پرور خطبہ کا مفہوم ہے۔ اب ہم کو غور کرنا ہے کہ حضور سرور دوعالمؐ نے ہمیں جو ہدایات کی تھیں کیا اُن کا کوئی اثر ہمارے اعمال میں موجود ہے؟ اگر نہیں تو یہ انقلاب لائق افسوس ہے۔

ہمارے تمام کاموں کی بے ترتیبی اور ہماری تمام ذلتوں کا سبب یہ ہے کہ ہم اسلامی ہدایات سے تقریباً نا آشنا ہو چکے ہیں اور ہم نے اسوۂ رسولؐ کو فراموش کر دیا ہے۔ جبتک ہم اسلامی ہدایات کے پابند رہے ہماری اقبالمندی کا آفتاب سارے عالم کو اپنی شعاعوں سے منور کرتا رہا اور ہماری عظمت و شوکت کا ڈنکہ ساری دنیا میں بجتا رہا۔ لیکن افسوس جیسے ہم نے اسلامی ہدایات کو فراموش کیا ہے ذلت ورسوائی کے بادل ہم پر چھا گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج غیروں کی نگاہ میں ہمارا کوئی احترام باقی نہیں رہا ہے۔

یہی اجتماع حج عہد رسالت اور صحابہ کے زمانہ میں مسلمانوں کی ایک تنظیمی کانفرنس تھی۔ اِس عظیم الشان اجتماع میں مختلف ممالک کے حالات

بیان کئے جاتے تھے۔ اصلاح و تنظیم کی تحریکیں پیش ہوتی تھیں۔ پریشان حال مسلمانوں کی دستگیری کے لئے تدابیر عمل میں آتی تھیں۔ اور صنعت و حرفت اور تجارت کی اشاعت کے وسائل اختیار کئے جاتے تھے۔ اللہ تعالےٰ ہمکو بھی اصلاح اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

اس ماہ معظم کی ایک اہم تقریب قربانی ہے۔ یہ رسم حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ایثار پسندی کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ جنکی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت الٰہی کے لئے وقف تھا۔ اگر ہم اُن کے شاندار کارناموں سے دلچسپی رکھتے ہیں تو ہمارا یہ اوّلین فرض ہے کہ ہم بھی اُن کے نقش قدم کو دلیل راہ بنائیں اور اُن کے صدق و اخلاص کی پیروی کریں۔

سیدنا ابراہیمؑ کی یہ قربانی از اوّل تا آخر اخلاص پر مبنی تھی اسی لئے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اس رسم کو اُنکی یادگار کے طور پر ملت اسلامیہ کے لئے واجب ٹھہرا دیا۔

آج ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اس یوم سعید میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے جذبۂ اخلاص اور اُنکی اطاعت شعاری کو سامنے رکھتے ہیں اور کیا ہمارے دل و دماغ پر وہی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے دل و دماغ پر طاری ہوئی تھیں جن سے متاثر ہوکر ایک محترم باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور سعادتمند بیٹا خدائے ذوالجلال کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ذبح ہونے کو تیار ہو گیا۔ اگر اس یوم سعید میں ہمارے دل میں وہی کیفیات پیدا نہیں ہوتیں تو سمجھنا چاہئے کہ ہم اس مبارک دن کی برکت سے محروم ہیں اور اس واقعہ کی اہمیت سے یکسر نا آشنا۔

عید اضحیٰ کے صرف یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم صاف ستھرے یا نئے قیمتی لباس پہن کر اپنی دولت و ثروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عیدگاہ جائیں اور دوگانہ نماز ادا کرکے واپس آکر عیش و نشاط کی محفل میں شریک ہوکر وقت ضائع کر دیں بلکہ اس عظیم الشان یادگار کی حقیقی غایت یہ ہے کہ ہم اپنے دل کے گوشہ میں خلوص و للّٰہیت اور ایثار و قربانی کے جذبات پیدا کریں اور اپنی زندگی خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیں۔

نقوش

قابل توجہ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب:- حال میں ریلوں کے اوقات کی تبدیلی کی وجہ سے قصبہ میں ڈاک علی الصباح تقسیم ہونے کے بجائے دس بجے کے بعد تقسیم ہوتی تھی اور سہ پہر تک اُسی دن کے آئے ہوئے خطوط و اخبارات وغیرہ ۲-۳ بجے تک لوگوں کو ملجاتے تھے لیکن اب دو تین ہفتوں سے یہ ہو رہا ہے کہ خطوط و اخبارات وغیرہ آج ۱۰ بجے کے آئے ہوئے کل صبح کو ملیں گے۔ اس ایک دن کی تاخیر سے ڈاک ملنے کی باعث پبلک بہت پریشان ہے۔ اوّل تو ضروری خطوط ایک دن کی تاخیر سے ملتے ہیں دوسرے آجکل جنگی اور ملکی خبروں کو جلد سے جلد پڑھنے کے لئے ہر شخص بےچین رہتا ہے۔ اب ڈاکخانہ کی طرف سے ایک دن کی مزید تاخیر نے بہت تکلیف پیدا کر دی ہے۔ دوسرا ستم یہ ہوا ہے کہ یہاں سے جو خطوط وغیرہ لٹر بکس میں ڈالے جاتے تھے وہ اُسی روز شام کو ڈاکخانہ سے روانہ ہو جایا کرتے تھے اب یہ ہو رہا ہے کہ آج کے ڈالے ہوئے خطوط کل صبح کو یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ خطوں وغیرہ کی روانگی بھی ایک دن کی تاخیر سے ہو رہی ہے۔ بلا اعلان اس قسم کا تغیر اوقات روانگی خطوط وغیرہ میں بڑی زحمتوں کا باعث ہو رہا ہے خصوصًا اخبار کے لئے تو اور بھی دقت کا سبب ہے۔ چنانچہ یکم دسمبر کے "کاکوری اخبار" کے لئے مضامین بدیر لکھنؤ پہونچے جس کی وجہ سے اخبار کی اشاعت میں دو روز کی دیر ہوئی۔ ۲ر دسمبر کو اخبار ڈاکخانہ میں پوسٹ ہونے کے لے بھیجا گیا تو معلوم ہوا کہ کافی مقدار میں ڈاکخانہ کے پاس ٹکٹ نہیں ہیں چنانچہ مجبوری پھر پرچے روک لینا پڑے جو بوجہ عدم دستیابی ٹکٹ ۸ر دسمبر سے پہلے یہاں سے روانہ نہو سکے۔ معلوم ہوا کہ جو انڈنٹ ٹکٹوں کے لئے صدر بھیجا گیا تھا اُسکی تعمیل چار پانچ روز سے پہلے ناممکن تھی اسلئے کہ لکھنؤ کوئی خط وغیرہ ۳-۴ دن سے پہلے نہیں پہونچ سکتا۔ ہم جناب پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کو پبلک کی اس شدید تکلیف کی جانب خاص توجہ مبذول کراتے ہوئے عرض کریں گے کہ ڈاک کی تقسیم اور روانگی کے لئے ایسا انتظام کر دیں کہ پبلک کی یہ شدید تکالیف جلد از جلد رفع ہوں۔

اخبار کی سرخیاں:- گذشتہ اشاعت سے اخبار میں مضامین وغیرہ کی سرخیاں خفی کر دیگئی ہیں جسکے متعلق ہم کو بعض شکائتی خطوط ملے ہیں لہذا ہم اپنے ناظرین کو مطلع کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ صاحب اڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ہدایت کے مطابق ایسا کیا گیا ہے جنھوں نے گورنمنٹ کے حکم کی نقل ملفوف کرتے ہوئے آئندہ سے سرخیوں کو حسب نمونہ اخبار میں دینے کی ہدایت

فرمائی ہے۔ لہٰذا ناظرین نوٹ کرلیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔

گناہ کی رات

شام ہی سے مجتبیٰ کا دل اضطرابِ شوق سے معمور تھا۔ آفتاب مغرب کی پہاڑیوں میں چھپا ہی تھا کہ اس کمرہ میں شمع بیاں نورپاشی کرنے لگیں۔ اس کمرہ میں جو صبح سے شام تک آراستہ کیا گیا تھا۔ جس کی دیواریں دلکشا مناظر اور خوبصورت تصاویر سے چھپی ہوئی تھیں۔ جس میں قدِ آدم آئینے رونق کو اصل سے دوگنا ظاہر کر رہے تھے جس کا فرش ملوّن کی قوت لامسہ کو نوید راحت دے رہا تھا اور جس کا ایک گوشہ پھولوں سے بھری مسہری سے جنت کے دریچے کھول رہا تھا۔ وہ پیکرِ اشتیاق اور تصویرِ انتظار یعنی مجتبیٰ ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا غور کر رہا ہے کہ یہ مقولہ کس حد تک درست ہے کہ "الوقت سیف قاطع" اور آخرکار اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ صرف انھیں لوگوں پر صادق آتا ہے جو دل سے شادکام ہو کر فراق کی بلا میں مبتلا ہیں ورنہ جو لوگ فراق کی کسی طرح بسر نہ ہونے والی راتوں کو بسر کرتے ہیں وہ اس مقولہ کے قائل نہیں۔ وقت بڑی تیزی سے گزرتا ہے مگر صرف مسرتوں کا وقت۔ لیکن جب وقت کے ہاتھ میں مصائب کی تلواریں ہوں تو وہ عمرِ جاوداں کی طرح ختم کئے سے ختم نہیں ہوتا۔

اسی غور و فکر میں جبکہ وقت اپنی عادت کے خلاف آہستہ خرام محسوس ہو رہا تھا اور جبکہ دیوانہ تصور کی مدد سے مستقبل کا نقشہ کھینچ رہا تھا اور مسرتیں کہہ رہی تھیں کہ ہم حسن کی گلچینی کو اس طرح اور اس طرح دست بداماں نکلیں گے۔ فضا کی خاموشی کو کلاک کی سریلی صداؤں نے ختم کیا جس کے ساتھ ہی مجتبیٰ کی نگاہ رسٹ واچ کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ پکارا "اوہ آٹھ بج گئے" ساتھ ہی اُس نے اپنے ہمراز ملازم عزیز کو آواز دی جب عزیز "جی سرکار" کہتا ہوا قریب آیا تو مجتبیٰ نے کہا "عزیز! آٹھ تو بج چکے"۔ عزیز نے جواب دیا "حضور نو بجے کا وعدہ ہے"۔ یہ سنکر مجتبیٰ خاموش ہو گیا کیونکہ ابھی انتظار کی مدت میں ایک گھنٹہ باقی تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ حسن کی بارگاہ ہو نہیں گھڑی کا رواج نہو اور دنیا کے خلق کی طرح وہاں وقت کو عجلت سے اور اجازت بغیر گزر جانے کی مجال نہو۔ اس لئے احتمال تھا کہ ابھی بہت دیر تک آنکھوں کو وا اور دل کو بیتاب رہنا ہے۔

نو بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے کہ عزیز نے بیتابانہ لہجہ میں قریب آکر کہا "حضور گاڑی آگئی"۔ مجتبیٰ نے مسکرا کر جواب دیا "بہتر ہے"۔ تھوڑی دیر میں پیکرِ ناز جس کے لئے در و دیوار کی آرائش چشم براہ تھیں اور جس کے روئے تاباں سے شمع فروزاں کو اپنی روشنی میں اضافہ کی امید تھی کرشمۂ ناز و ادا کے زیوروں میں نمودار ہوا۔ یہ بازار کی سب سے زیادہ قیمتی جنس تھی اور اس کے نظارہ سے فیصلہ دشوار تھا کہ ایسی معصوم تھا اور دلربا تصویر کا دوسرا رُخ اتنا تاریک اور مہیب ہو سکتا ہے جتنا کہ درحقیقت تھا۔ مجتبیٰ ایک سال کی مسلسل کوششوں اور زرپاشیوں کے بعد آج کامیاب ہوا تھا اور اس کامیابی پر اُس کا دل جسقدر ناز کرتا وہ بیجا نہ تھا۔ حسن و عشق کو جب آسمان کج رفتار کی مخالفت کے باوجود کبھی خلوت نصیب ہوتی ہے تو محبت کے ابتدائی فرائض چشم و ابرو اور زبان و دہن کے سپرد ہوتے ہیں۔ کبھی اظہارِ عشق کبھی گلہ مندیوں کی توضیح۔ کبھی تبسم کی موجیں۔ کبھی چینِ جبین کے خنجر اور کبھی تیوریوں کے بل دلوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مجتبیٰ اپنے خوبرو مہمان کے ساتھ کئی گھنٹہ گرم گفتگو رہا کیونکہ اُسے سال بھر کی داستانِ غم سنانی تھی لیکن جب کلاک نے اپنے پے درپے نالوں سے یہ بتایا کہ رات اپنی آدھی منزل طے کر چکی ہے تو شوق کی بجلیاں رگ و پے میں تڑپنے لگیں۔

رات کے دو بجے مجتبیٰ اپنے عشرت کدہ سے کسی ضرورت سے باہر آیا۔ جاڑے کا موسم تھا چاندنی پھیلی ہوئی تھی ہر طرف سناٹا تھا۔ ماہتاب کی روشنی میں شہر کی پختہ عمارتیں نہایت بھلی معلوم ہوتی تھیں انھیں عمارتوں میں جامع مسجد بھی تھی جس کے سفید میناروں اور سفید گنبدوں سے نور برس رہا تھا۔ مجتبیٰ نے اس نور کا اپنی تاریکیوں سے مقابلہ کیا تو اُس کا دل کانپنے لگا۔ اُسے محسوس ہوا کہ مسجد کی فضا میں ایک نور پیکر فرشتہ اسکی طرف دیکھکر مسکرا رہا ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ مجتبیٰ کیوں تمہیں اکدن ایسے تھے کہ ہم نے تمہیں سجدہ کیا تھا لیکن آج تم عروج کی بلندیوں سے اُتر کر ایسے قعرِ پستی میں جا گرے کہ ہم ابھی تم سے اچھے ہیں۔ اگرچہ یہ واہمہ کی خلاقی تھی تاہم مجتبیٰ کا دل جو ابھی ابھی گناہ کی کمزوریوں سے اور زیادہ ناتوان ہو گیا تھا ان خیالات سے بہت متاثر ہوا۔ وہ بالاخانہ کے صحن میں بےحس و حرکت موجود تھا۔ موسم سرما کی خنک ہوا لہرا رہی تھی۔ بڑھتی ہوئی سردی نسیم آمد کا پتہ دے رہی تھی۔ مجتبیٰ کے خیالات لحظہ بلحظہ عمیق ہو رہے تھے۔ اُس نے اپنے دل سے کہا۔ اللہ اللہ میں نے انسانی ہستی کو کسقدر ذلیل کر دیا۔ افسوس وہ انسانی ہستی جو فرشتوں کی مسجود تھی آج ہم سے بدتر ہے لیکن میں ہی اس ذلت و پستی کا باعث ہوں یا ساری دنیا سیہ کاریوں کے ظلمات میں غرق ہے؟ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے۔ (بقیہ صفحہ ۸ کالم ۲ پر ملاحظہ ہو)

بزرگانِ وطن

سوانح حیات مولوی حاجی اعجاز علی مرحوم و مغفور

(از اسحاق علی علوی صاحب)

حاجی مولوی اعجاز علی مرحوم ۶ر جمادی الثانی ۱۲۹۱ھ مطابق ۲۰ر اگست ۱۸۷۴ء یوم پنجشنبہ کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد عم مکرم منشی ممتاز علی مرحوم اس زمانہ میں بارہ بنکی میں وکالت کرتے تھے۔ فیض انجاری میں مرقوم ہے کہ وہ۔

"بڑے دیندار اور پرہیزگار شخص تھے۔ احکام شریعت اسلام کے نہایت پابند تھے اور دل درد مند رکھتے تھے۔ صوم و صلوٰۃ اور اوراد و وظائف کے شغل میں بہت مصروف رہتے تھے اور دعا اس قدر خشوع و خضوع سے مانگتے کہ دیکھنے والوں کے دلوں پر اثر پڑتا تھا" (صفحہ)

الولد سر لابیہ کے مصداق حاجی اعجاز علی مرحوم بھی دینداری و پرہیزگاری پابندی احکام شریعت اور ذکر و شغل میں اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلے۔

اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت بارہ بنکی میں اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ ہوئی۔ مولوی فدا حسین مرحوم عرف مولوی کلتی ساکن محلہ جھنجری روضہ شروع سے اُن کے اوستاد اور اتالیق رہے۔ جب منشی ممتاز علی مرحوم نے بارہ بنکی کی سکونت خرابی صحت کی بنا پر ترک کی اور لکھنؤ میں وکالت کرنے لگے تو حاجی صاحب بھی لکھنؤ آگئے اور فرنگی محل جاکر پڑھنے لگے۔ یہاں مولانا محمد اکرم خلف مولانا محمد نعیم رحمتہ اللہ علیہ، مولانا حفیظ اللہ (جو بعد کو دار العلوم ندوۃ العلماء کے صدر مدرس اور شمس العلماء ہوئے) اور مرشدی مولائی حضرت مولانا سید عین القضاۃ حیدرآبادی قدس سرہ العزیز کے درس میں شریک رہے۔

عم معظم منشی ممتاز علی مرحوم کی توجہ ضروریات زمانہ کی بنا پر انگریزی تعلیم پر بھی اس لئے خاندان کے سب نوجوان انگریزی پڑھنے میں مشغول تھے مگر بقول صاحب فیض انجاری۔

"اُن (حاجی اعجاز علی) کے دیندار والد مرحوم نے اُن کو انگریزی سے بالقصد محروم رکھا اور صرف عربی پڑھائی" (صفحہ)

اُن کے پدر بزرگوار کا انتقال ۱۸۸۹ء میں ہوا۔ دوسرے سال کے موسم برشگال میں منشی امتیاز علی مرحوم کے ساتھ وہ بھوپال گئے اور ۱۸۹۳ء تک اونھیں کے سایۂ عاطفت میں رہکر تعلیم کی تکمیل کی۔ مولوی فدا حسین مرحوم وہاں بھی اُون کے ہمراہ رہے۔ اور حاجی صاحب نے درسیات ختم کر کے شیخ حسین یمنی محدث سے جو اُس زمانہ میں بھوپال میں مقیم تھے حدیث کی سند حاصل کی۔

اُون کے والد ماجد کا جب انتقال ہوا تو اُن کی عمر پندرہ سال کی تھی اس لیے متروکہ جائداد کی نگرانی عم شفیق خان بہادر منشی اطہر علی مرحوم سے متعلق رہی۔ ۱۸۹۶ء میں اُنکی شادی راقم السطور کی بڑی ہمشیر کے ساتھ ہوئی۔ بھوپال سے واپسی کے بعد جائداد کے معاملات میں وہ دلچسپی لینے لگے تھے۔ شادی کے کچھ روز بعد اُس کا انتظام اُن کے ہاتھوں میں دیدیا گیا۔ اور وہ پوری توجہ اُس پر صرف کرنے لگے۔ چند سال تک جائداد کا انتظام کرنے کے بعد دسمبر ۱۹۰۱ء میں اونھوں نے اپنی چھوٹی ہمشیر کا عقد منشی اسرار حسن مرحوم کے ساتھ کیا اور خاندانی روایات کے مطابق حوصلہ مندی گرمجوشی انتظامی کے ساتھ یہ تقریب انجام دی۔

زمینداری کا انتظام زیادہ وقت کا طالب نہ تھا اسلیے فرصت کے بیشتر اوقات مجمع احباب کی دلچسپیوں اور سیر و شکار میں صرف ہوتے ۱۹۰۳ء میں تجارت کی طرف توجہ مبذول ہوئی۔ پہلے "سرمہ نورانی" کے نام سے ایک عمدہ سرمہ تیار کرکے مشتہر کیا گیا۔ پھر کاکوری کی سنگی کے تھانوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ چھڑا اور آخر میں ایک شو فیکٹری قائم کی گئی۔ ان تجارتی کاموں میں اُن کے مشیر اور منتظم سخاوت علی نامے قصبہ کھیولی ضلع بارہ بنکی کے ایک نوجوان تھے۔ وہ ابتداءً بطور محرر ملازم رکھے گئے تھے مگر اپنی خداداد ذہانت کی وجہ سے بہت جلد حاجی صاحب کے مزاج میں دخیل ہو گئے اور اُن کی جانب سے تمام اشتہار بازی اور کاروبار تجارت کا سرانجام کرتے رہے۔ کوئی کاروبار سرسبز نہوا تو بعد چند سال کے یہ سلسلہ موقوف کر دیا گیا۔

حاجی صاحب کو حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھی۔ دریافت سے اتنا معلوم ہوا کہ اخی معظم منشی احتشام علی صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے مگر یہ پتہ نہ چل سکا کہ کس زمانہ میں۔ راقم السطور کا خیال ہے کہ غالباً بھوپال سے واپسی کے بعد بیعت کی ہوگی۔ کیونکہ اسی موقع پر اونھوں نے حدیث بھی سنائی تھی۔

۸ر نومبر ۱۹۰۶ء (۲۱ر رمضان المبارک) کو ہمرکابی خانبہادر منشی اطہر علی مرحوم وہ دہلی بارادہ حج و زیارت کے لئے گئے۔ اتفاق سے حضرت مولانا عین القضاۃ قدس سرہ العزیز بھی وہاں موجود تھے۔ شاگرد قدیم نے موقع کو غنیمت جانا اور علوم ظاہری کے اوستاذ سابق سے باطنی فیض بھی حاصل کیا۔ اور ۳ر اپریل ۱۹۰۷ء

(وا مظفر المظفر) کو حاجی صاحب سفر حج سے واپس آئے۔

اب تک قیام اُن کا ناڑ تلہ میں کوٹھی کے شمالی بالاخانہ پر تھا۔ اُنکے والد مرحوم نے جس مکان کی طرح ڈالی تھی اور جس کا نام چاند محل قرار دیا گیا ہے وہ عرصہ ہوا تیار ہو چکا تھا اور اُنکی والدہ ماجدہ و ہمشیرگان وہاں رہتی بھی تھیں۔ سفر حج سے واپسی کے بعد وہ بھی ناڑ تلہ کی سکونت ترک کر کے اسی مکان میں رہنے لگے۔

چند سال بعد ۹ ستمبر ۱۹۱۰ء کو در رمضان المبارک کو دوسرے سفر حج پر روانہ ہوئے۔ اب کی اہلیہ (بڑی صاحبزادی) منجھلے صاحبزادہ راشد جن علی سلمہٗ اور چھوٹی صاحبزادی ناظرہ کو بھی ساتھ لیگئے اور ایک سال سے کچھ کم مدت کے بعد واپسی ہوئی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کافی عرصہ تک حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ جوار نبی ہی میں تھے کہ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام اسی نسبت سے مدنی رکھا گیا۔ ناظرہ[1] کا وہیں انتقال ہو گیا اور جنت البقیع اوسکی آرام گاہ بنی۔ ارض مقدسہ حجاز سے رخصت ہو کر حجاز ریلوے کے ذریعہ دمشق اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بندرگاہ حیفہ سے سوار ہو کر براہ سویز ہندوستان واپس آئے۔

پہلی بار جب وہ حج کے لئے گئے تو راقم الحروف ہندوستان میں نہ تھا۔ مگر سنا ہے کہ واپسی پر عزلت نشینی زیادہ مرغوب رہی اور غالباً اسی سبب سے ناڑ تلہ کی سکونت ترک کی گئی۔ دوسرے حج کے بعد اون کی دینداری میں اور اضافہ ہوا۔ باہر کی کوٹھی اُس وقت تک نہیں بنی تھی اسلیے قیام زنانے مکان کے بڑے کوٹھے پر رہتا اور ضرورت کے سوا باہر بہت کم نکلتے۔ چند روز کے بعد ایک بگھی گاڑی اور خچروں کی جوڑی لی گئی اور یہ معمول قرار پایا کہ ہر ہفتہ عموماً سنیچر کو بعد نماز فجر لکھنؤ جاتے اور حضرت مولانا عین القضاۃ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرتے اور دوپہر تک واپس آجاتے۔

حضرت مولانا کو اُن سے خاص تعلق پہلے ہی سے تھا۔ چنانچہ پہلے حج کے بعد مکہ معظمہ سے جو خطوط حضور ممدوح نے اُن کو تحریر فرمائے اون میں سے بعض اب اُنکے کاغذات میں پائے گئے۔ اور راقم السطور کے پاس ہیں۔ انھیں میں سے ایک میں ہے کہ

"میرے خط نہ آنے سے کسی قسم کا تردد نہ کریں اصل الاصول ربط باطنی ہے وہ بحمدہ تعالےٰ باقی ہے۔ خط تو روابط ظاہریہ سے ہے چنداں قابل اہتمام نہیں ہے ہاں البتہ جن لوگوں کو ہم سے ربط باطنی نہیں ہے بلکہ صرف ظاہری ربط ہے مثل[2]...... کے اُن کے لئے طبیعت نے جبراً اہتمام ارسال خطوط کا کر رکھا ہے۔"

حضرت مولانا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اکابر میں سے تھے اور اسی طریقہ کی تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ حاجی صاحب مرحوم نے حضور ممدوح کی توجہ جو مراتب طے کئے اُن کے متعلق اتفاق سے اپنی سلوک کی کتاب حالات مشائخ مجددیہ نقشبندیہ کے آخر میں جہاں طریقہ مجددیہ کا بیان ختم ہوا ہے حاشیہ پر یہ عبارت قلمبند کی ہے۔

"اُس کے بعد فیض اُس ذات کا جو منزہ ہے جمیع تعینات سے روح طالب پر شروع ہوتا ہے۔ اور یہی نیت کرنا چاہیے۔ اور مقامات ذیل کاتب عاصی پر بتوجہ حضرت مولانا مدظلہ منکشف ہوئے۔ تعریفات۔ مقام اعلیٰ عالم ارواح۔ بحر انوار مع مقامات داخلی۔ عالم حیرت۔ اصل حقیقت ذات اقدس۔ مقام تنزیہ اُسکے بعد ایک مقام نامعلوم الاسم جو بتوجہ روح پاک حضرت مجدد الف ثانی بمقام سرہند میسر ہوا۔"

سرہند کی حاضری کا اتفاق ۱۹۱۲ء میں ہوا۔ چنانچہ مرحوم نے وہیں یا وہاں سے واپسی پر تین مضامین تحریر کیے تھے جو "گرگا چیلہ"[1] کے فرضی نام سے الناظر میں شائع ہو چکے ہیں۔

اقتباسات ذیل سے اِن مضامین کے مطالب اور صاحب مضمون کے جذبات کا کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مضمون اوّل "سوتی بستی۔ جاگتے بول"

"معلوم ہوا کہ یہ ٹوٹے پھوٹے مکان۔ گری پڑی دیواریں بول رہی ہیں اور پکار کے کہتی ہیں کہ دیکھو بنانے والوں نے ہم کو بہت جی لگا کے بنایا تھا کہ خود رہیں یا نہ رہیں مگر لاڈ ایسا بنا جائیں کہ اولاد کو بس بھی نہ کرنا پڑے۔ وہ بھی چل بسے اور اُنکی اولاد کا بھی پتہ نہیں۔ کسی کو خبر بھی نہیں کہ ہم کس حال میں ہیں کوئی ہمارا ہے نہ تھا۔ رہا بنا کیسا، اب لوگ ہمارے پاس آتے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم گر نہ پڑیں۔"

(صفحہ ۳۳ الناظر ماہ جون ۱۹۱۲ء)

(باقی آئندہ)

[1] نام قصداً حذف کر دیا گیا ہے۔

[1] روضۂ اطہر میں اندر کا شرف داخلی بھی حاصل ہوا تھا۔

وطن کی خبریں

(نوٹ) بہ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:- سردی اپنے شباب پر ہے۔ دن کو اب دھوپ ناگوار نہیں ہوتی۔ اور دھوپ میں بیٹھنا خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ رات کو کافی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ ہوا میں بھی رطوبت بڑھ گئی ہے۔ تاہم موسم خوشگوار ہے۔ ابھی تک کوئی بارش نہیں ہوئی۔ فصل ربیع کے لئے ضرورت شدید بتلائی جاتی ہے۔

آب وہوا:- شدید سردی کی وجہ سے زکام و نزلہ کی شکایات سُنی جاتی ہیں جس کی وجہ اکثر لوگوں کو انفلوانزا بھی ہوا اور عوام میں بے احتیاطی کے باعث بعض اموات ہو جانا بھی بیان کیا جاتا ہے۔

میلاد شریف:- ۶ ہر نومبر ۴۲ء کو بعد نماز ظہر مولوی محمد عاصم کے یہاں بمقام دلی نگر سالانہ محفل میلاد حضور سرور کائنات انعقاد پذیر ہوئی تھی۔ جناب حافظ شاہ علی حیدر قلندر نے مولود شریف پڑھا۔ فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو بوندیوں کے حصے تقسیم کئے گئے۔ اعزہ احباب اور اہل برادری کا اچھا مجمع تھا۔

چوریاں:- (۱) اس عشرہ میں قصبہ کے بعض محلوں میں چوری و نقب زنی کے واقعات ہونے کی اطلاعیں موصول ہوئی ہیں جہاں سے کافی مال و اسباب چور لے گئے ہیں۔ معلوم نہیں پولیس نے اپنی تفتیش میں کچھ پتہ لگایا یا حسب عادت خاموش ہے۔ ہر دوسرے تیسرے دن کسی واقعہ کا قصبہ میں ہونا پتہ ظاہر کرتا ہے کہ قصبہ میں کوئی گروہ نقب زنوں کا پیدا ہو گیا ہے اور جس میں ممکن ہے کہ باہر کے لوگ بھی شامل ہوں جو دو تین دن کے وقفہ سے وارداتیں کر رہے ہیں۔

(۲) لکھنؤ کی آمدہ ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ عشرہ میں مولوی ظہور الدین احمد مرحوم کے مکان واقعہ مولوی گنج میں سنگین چوری ہوئی اور کئی ہزار کی مالیت کا سامان جس میں نقد و زیورات بھی شامل تھے چور قفل توڑ کر اٹھا لے گئے۔

یادِ دہانی

عید کی ملاقات کا جلسہ بروز عید الضحیٰ دوشنبہ ۱۹ دسمبر ۴۲ء تین بجے سہ پہر کو حسب دستور جناب قاضی القضاۃ بہادر مغفور کی بارہ دری واقعہ مولوی محلہ منعقد ہوگا۔ احباب اور اعزہ کے ہمراہ تشریف لا کر جلسہ کو کامیاب و پُر رونق بنائیے۔ نماز با جماعت پونے چار بجے مسجد ملحقہ بارہ دری میں ہو گی۔ اور شعر و سخن کا مشغلہ بعد نماز شروع ہوگا۔ شعراء حضرات مع اپنی بیاضوں کے تشریف لائیں۔

صحت و سکون:- (۱) حکیم حافظ عبد الحلیم صاحب کی کمزوری بڑی حد تک رفع ہو چکی ہے اور کچھ اب بلا سہارے چل پھر بھی لیتے ہیں زخم بالکل مندمل ہو چکا ہے کوئی دوا لگانے کی اب ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲) منشی شفیع الدین کرمانی کو یونانی علاج سے فائدہ ہوا۔ تنفس کی تکلیف میں بہت سکون ہے اور پیروں کے درد میں آرام بتاتے ہیں۔ ضعف بھی بتدریج رفع ہو رہا ہے۔

علالتیں:- (۱) اہلیہ قاضی افضل خاں عباسی کو شدید دورہ تنفس کا گزشتہ عشرہ میں ہوا تھا جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ گو شدائد میں کمی ہو گئی ہے لیکن تکلیف ابھی بالکل رفع نہیں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر فریدی (لکھنؤ) کے مجوزہ انجکشنوں سے کچھ سکون ہوا ہے۔ علاج جاری ہے۔ خدا کرے جلد صحت کلی حاصل ہو۔

(۲) منشی محمد جواد علوی کو ڈاکٹری علاج سے ابتداً بہت نفع محسوس ہوا تھا اب طبیعت ایک حالت پر قائم ہو گئی ہے اور ضعف و نقاہت میں بہت آہستہ کمی ہو رہی ہے۔ بمقابلہ پہلے کے طبیعت چاق ہے اور ہاتھ و پیر میں بھی کافی حرکت ہوتی ہے۔ یونانی مسہلوں کے بعد سے جو شدید کمزوری پیدا ہو گئی وہ بتدریج رفع ہو رہی ہے خداوند کریم سے اُمید ہے کہ موسم سرما کے شدائد کے بعد پوری قوت آ جائے گی۔

(۳) منشی محمد نسیم علوی کو نسبتاً سکون ہے مرزا شکور بیگ صاحب کے علاج سے طبیعت رو بہ اصلاح ہے۔ لیکن سُنا

گیا ہے کہ مرزا صاحب ناگپور تشریف لے گئے ہیں اور دو مہینہ تک واپس نہ آئیں گے۔ جو نسخے حکیم صاحب تجویز کر گئے ہیں اُن سے خدا کرے پورا فائدہ ہو اور مرض میں بڑی حد تک کمی ہو جائے۔

(۳) اہلیہ شاہ فصاحت علی (قاضی گڑھی) کو آجکل تنفس کی تکلیف ہے۔ کھانسی کی وجہ سے رات کو نیند کم آتی ہے۔ اللہ جل شانہ مریضہ کی تکلیف جلد دفع فرمائے۔

متفرقات:۔ (۱) بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۰ر نومبر کو کٹرہ بازار میں دو وا‌قعات لڑائی جھگڑے کے ہوئے جنکی وجہ سے کچھ اشتعال طرفین میں پیدا ہو گیا تھا لیکن بر وقت کچھ لوگوں نے موقع پر پہونچکر معاملہ کو رفع دفع کیا اور شیخ محمد ایوب صاحب زمیندار نے بھی ایک واقعہ کی اطلاع پا کر دونوں فریق میں مصالحت کرا دی۔

(۲) گرانی اجناس ودیگر ضروریات زندگی کی وجہ سے عام بے چینی پائی جاتی ہے جس بازار میں غلہ کافی مقدار میں آجاتا ہے تو کچھ نرخ بڑھ جاتا ہے ورنہ بنئے بلا لحاظ سرکاری مقررہ نرخ کے جس بھاؤ چاہتے ہیں غلہ فروخت کرتے ہیں۔ اور دن بھر میں کئی نرخ بدلتے رہتے ہیں۔

گذشتہ عشرہ میں شکر کی عدم دستیابی سے جو پریشانی رہی وہ اس عشرہ میں نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ تاجروں کو کچھ بوریاں شکر کی لکھنؤ سے مل گئی ہیں۔

اورنگ آباد کی اطلاعات:۔ (۱) ۱۵ر ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ (۱۴ر نومبر ۱۹۴۳ء) روز شنبہ ۸ بجے شب کو میر نذر علی علوی ذردہ کے گھر میں فرزند تولد ہوا اللہ تعالیٰ عمر دراز کرے اور صاحب اقبال ہو۔

(۲) آخر نومبر تک حافظ نصیر احمد علوی کے اہلیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی تھی دوبارہ پھر لرزہ کے ساتھ بخار آیا تھا۔ خدا کرے بالکل صحیح و تندرست ہوں۔

(۳) مختار علی علوی کی بڑی صاحبزادی کو جاڑہ بخار کی شکایت ہو گئی تھی۔ بخار وغیرہ دفع ہو گیا۔

(۴) آخر ہفتہ نومبر میں منشی احمد محسن علوی ٹورنامنٹ کے سلسلہ میں پربھنی سے آئے تھے۔ کئی دن قیام رہا اُن کی اہلیہ بھی اُن کے ہمراہ تھیں۔

اطلاع

گذشتہ اشاعت میں آخر دسمبر ۴۳ء میں بزم مشاعرہ منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا تھا جس کے لئے طرح مقرر ہوئی تھی۔

"تبرک کی طرح بٹتے ہیں باسی پھول یاروں میں" اب تاریخ ۳۰ر جنوری ۱۹۴۴ء (یکشنبہ) مقرر ہوئی ہے اور وقت نو بجے دن (ڈیڑھ بجا وقت) ہوگا۔ مقام مشاعرہ قاضی گڑھی قاضی راشد علی خاں جاگی بی۔ اے کا مکان تجویز ہوا ہے۔

جملہ اہل وطن سے شرکت کی درخواست ہے۔ جو حضرات نزدیک ہیں محفل کو سرفراز فرمائیں اور جو دور ہیں وہ اپنی غزلیں نوشخط لکھکر خاکسار اڈیٹر کے پاس بھیجدیں۔ بعض اعزہ کے یہاں تقریبات کی وجہ سے آخر ہفتہ دسمبر میں کوئی تاریخ مقرر نہیں کی جا سکی۔

(بقیہ صفحہ ۴ کالم ۲)

اس وقت ہزاروں خدا کے نیک بندے تہجد کی نماز میں مشغول ہونگے ہزاروں سر بسجود ہو کر معبود برحق کی عبادت کر رہے ہونگے۔ سیکڑوں ذوق و شوق کے عالم میں اس کا نام لے رہے ہوں گے اور سیکڑوں اس شب ماہ کی برکتوں پر اس کی حمد و ثنا میں مصروف مگر آہ ایک میں ہوں کہ میں نے اپنے لئے اس مبارک رات کو نامبارک اور ان سعادت سے بھرے لمحوں کو لعنت و شقاوت سے لبریز کر دیا۔ آہ میں نے عمر بھر کی نیکیاں لذت فانی کے لمحہ پر نثار کر دیں جو برق و شرار کی طرح آئی اور ختم ہو گیا۔ یہ خیالات مجتبٰی کے دل میں ایسے راسخ ہوئے کہ اُسے ہوا و ہوس کی زندگی سے نفرت ہو گئی۔ جس کمرہ میں وہ چند منٹ پہلے داد عیش دے رہا تھا پھر اُس میں واپس نہیں گیا۔ عزیزہ سے کہا "اُسے رخصت کر دینا" اور خود مکان کے دوسرے حصہ میں جا کر اُس نے غسل کیا۔ لباس بدلا اور دل میں نیکیوں کے ولولے لئے ہوئے جب وہ مکان سے باہر نکل رہا تھا اُس وقت خدا کی رحمت اذان فجر کی صورت میں گنہگاروں کو صلائے عام دے رہی تھی۔ مجتبٰی نے مسجد میں پہونچکر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور زاری و اشکباری کیساتھ ...

سید توسل حسین نے اپنے مطبع یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد مشیر الدین نے مولوی محلہ (لال الٰہی) کاکوری سے شایع کیا۔